UTL AT DOWNSVIEW
D RANGE BAY SHLF POS ITEM C
39 11 24 03 13 008 9

PK 2198 M48Z67
Fārūq, Sayyid Muḥammad
Mīr Dard

PLEASE DO NOT REMOVE
CARDS OR SLIPS FROM THIS POCKET

UNIVERSITY OF TORONTO LIBRARY

Rs. 1/-

LIBRARY
SEP 9 1970
UNIVERSITY OF TORONTO

Fārūq, Sayyid Muḥammad

Mīr Dard

PK
2198
K48Z67

میر درد

اردو کے پہلے صوفی شاعر حضرت میر درد
کے
حالات زندگی
مرتبہ
سید محمد فاروق صاحب شاہ پوری
جو
قلم الفقرا ملک محمد الدین ایڈیٹر صوفی
زمیندار پنڈی بہاؤ الدین
کیلئے
محمد اعظم خان مہتمم صوفی
نے

[illegible] پریس لاہور میں طبع کرا کر شائع کیا

نہ ہوجاتا تو کون کہہ سکتا ہے کہ اردو نظم میں معرفت۔ خداشناسی اور اخلاق کے گرانمایہ مضامین کا کیا کچھ اضافہ نہ ہوا ہوتا اور آج اردو فن سخن ترقی و عروج کے لحاظ سے کہاں نہ پہنچا ہوتا +

اس امر کے تسلیم کرنے سے شاید ہی کسی کو مجال انکار ہو کہ صوفیانہ شاعری "شاعری" کا فی نفسہ ایک جزو اعظم ہے۔ اس اعتبار سے حضرت میر دردؒ ایسے بزرگواروں کی مساعی جمیلہ خصوصیت سے قابل تحسین و لائق شکرگذاری ہیں کہ آپ کے رشحات فکر نے اردو ایسی کم مایہ زبان کے خزانہ ادب میں ان بیش قیمت جواہرات کا اضافہ کیا۔ انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ اس صنف خاص میں حضرت درد نے جو کچھ کر دکھایا ہے وہ سب سے زیادہ قابل عظمت ہے۔ آپ کے معاصرین کے علاوہ بعض شعرا مابعد نے بھی اس شاخ شاعری میں گل بوٹے کھلانے کی کوشش کی ہے لیکن نہ صرف الفضل للمتقدم کے مصداق حضرت درد کو ان سب پر فضیلت حاصل ہے بلکہ نوعیت مضامین و صداقت جذبات میں بھی آپ کا پایہ بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور یہ بات کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی +

آپ کا نام نامی خواجہ میر تھا اور درد تخلص کرتے تھے۔ اردو شعرا کی فہرست بہت مطول ہے اور ایسے کئی شاعر آپ کو نظر آئیں گے جو ایک ہی تخلص رکھتے ہونگے۔ اسی بھرمار کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج کسی کو موزوں تخلص ملنا دشوار ہو گیا ہے اور اب سے بہت پہلے اسی شکایت کا معنی خیز اظہار حضرت امیر لکھنوی ان الفاظ میں کر چکے ہیں ؎

ڈھونڈھتے ہیں پر تخلص بھی نیا ملتا نہیں

لیکن ان ہزاروں اور لاکھوں تخلص ہیں چند ہی ایسے ملیں گے جو اثر

اور مقبولیت کے اعتبار سے اپنے اندر ایک خاص تاثیر رکھتے ہیں اور جن کے سُننے سے قلب خاص طور پر متاثر ہوتا ہے اور سامعہ نامعلوم طریقے پر اُس میں ایک مخصوص کشش محسوس کرتا ہے۔ دردؔ بھی بلاشبہ اُن میں سے ایک اور غالباً نمبرِ اول پر ہے۔ اس قسم کے پُرکیف و پُرتاثیر تخلص بہت کم خوش نصیبوں کے حصہ میں آئے ہیں +

حضرت دردؔ نسبی سلسلے میں ماں کی طرف سے حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ نقشبندی کی اولاد میں ہیں۔ دادھیال میں بھی پیری مُریدی کا سلسلہ ایک عرصہ سے قائم تھا اور دہلی میں جو آپ کا مولد و مسکن ہونے کا فخر رکھتا ہے۔ آپ کا گھرانا نہایت معزز و مفتخر تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمدؐ ناصر صاحبؒ نہ صرف ایک خدارسیدہ اور معرفت شناس بزرگ تھے بلکہ قدسی صفات ہونے کے ساتھ ہی ایک اعلےٰ درجہ کے شاعر اور ریختہ کا رسخنگو تھے اور عندلیبؔ تخلص کرتے تھے +

حضرت دردؔ کے بھائی سید محمدؐ میر اثرؔ تخلص ایک خوش فکر شاعر تھے۔ آپ کی یادگار ایک دیوان اور مثنوی "خواب و خیال" ہے۔ مؤخر الذکر کی علمی عظمت کی کفالت غالباً شمس العلما مولوی محمدؐ حسین صاحب آزادؔ مرحوم کے یہ الفاظ کرسکتے ہیں کہ "بہت اچھی لکھی ہے" +

باپ اور بھائی کی مثال سامنے تھی اور غالباً اسی نے حضرت دردؔ کو بھی شاعری کی طرف متوجہ کیا۔ یہ تو خارجی اثر کہنا چاہیئے۔ ورنہ طبعاً آپ شاعر تھے اور بدو فطرت سے ایک پختہ مغز شاعر ہونیکی صلاحیت آپ کے خمیر میں ودیعت کی گئی تھی۔ شاعری کے ساتھ اپنی خاندانی خصوصیت بھی ہاتھ سے نہیں جانے پائی یعنی طریق سلوک و فقر کے پابند بھی آپ

پورے طور پر تھے۔ ذاتی خصائل و عادات کے لحاظ سے آپ اخلاق حمیدہ اور اسوۂ حسنہ کی مکمّل اور دلکش تصویر تھے۔ صبر و تحمل۔ قناعت استقلال۔ عالی ہمتی۔ آپ کی معمولی صفات ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی ذات اقدس پر آپ کو اس قدر بھروسہ تھا کہ ہمیشہ صبر و شکر کے ساتھ زندگی کے دن گذارنے کی کوشش کی اور کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ دہلی میں شاہ عالم کا زمانہ تھا۔ ملک میں چاروں طرف بد امنی اور شورش پھیلی ہوئی تھی۔ خاص شہر دہلی میں یہ افسوسناک حالت تھی کہ شرفا کو اپنی عزت و عظمت کی حفاظت دشوار ہو رہی تھی۔ بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو ہجرت وطن کی ناگوار مصیبت برداشت کرنا پڑی اور جس کو جدھر کا آسرا ملا چلا گیا۔ اس زمانہ میں لکھنؤ قدر دانی علم و فن کے اعتبار سے دوسرا دہلی بنا ہوا تھا۔ اہل کمال و صاحب ہنر اشخاص نے جب دیکھا کہ دہلی میں بکر کھائیں گے کہاں سے تو انہوں نے بھی لکھنؤ کا راستہ اختیار کیا۔ اس طریقے سے بھی بہت سے خاندان دہلی سے نقل بود و باش کر کے لکھنؤ آکر آباد ہو گئے۔ لیکن حضرت دردؒ دہلی سے نہ نکلے تو نہ نکلے لیکن اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ ع

کون جائے ذوقؔ پر دلّی کی گلیاں چھوڑ کر

آپ کی نظریں عالم قدس کے دلفریب مناظر کی سیر میں جب مصروف رہتی تھیں تو انہیں دلّی کی ویران گلیوں میں دلبستگی کا سامان کیا خاک ملتا۔ اصلی سبب یہ تھا کہ آپ نے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کیا کہ جو مالک حقیقی یہاں ہے وہی دوسری جگہ ہو گا۔ اور نقل وطن کا نام نہ لیا۔ مولوی محمد حسین صاحب آزادؔ اسی واقعہ کے متعلق اپنے انداز خاص میں یوں قمطراز ہیں:۔

> ملک کی بربادی، سلطنت کی تباہی، آئے دن کی غارت و تاراج کے سبب سے اکثر امراء و شرفاء کے گھرانے گھر اور شہر چھوڑ کر نکل گئے۔ ان کے پائے استقلال کو جنبش نہ آئی۔ اپنے اللہ پر توکّل رکھّا اور جو سجّادہ بزرگوں نے بچھایا تھا۔ اُسی پر بیٹھے رہے۔"

تذکرہ گلشن ہند میں بھی جو مرزا علی لُطفؔ کی تصنیف سے ہے۔ اس واقعہ کا ذکر نہایت شرح و بسط سے کیا گیا ہے اور اسجگہ اُس کا اقتباس غالباً خالی از لطف نہ ہوگا۔

> جبکہ متواتر نزول آفات کے باعث اور بکرر ورود بلیات کے سبب (شاہجہان آباد) خراب ہؤا اور مصدر عقوبت و عذاب ہوا تو ہر ایک درویش گوشہ نشین نے اور ہر ایک صابر زاویہ گزین نے اور ہر توانگر مالدار نے اور ہر امیر عالی مقدار نے فرار کو غنیمت جانا اور بھاگے اُدھر کو جدھر پایا ٹھکانا۔ مگر وہ سید والا تبار کہ نام نامی اُس کا خواجہ میر تھا اُس قطب آسمان استقلال نے خیال بھی جگہ سے سرکنے کا نہ کیا۔ تحمل بلاؤں کے اور حامل جفاؤں کے ہوئے اور شاہجہان آباد کو چھوڑ ایک قدم اپنے کنجِ عزلت سے نہ گئے۔"

سطور مندرجہ بالا سے جہاں حضرت دردؔ کے عزم استقلال کا قابل عظمت اندازہ ہوتا ہے وہاں یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ آپ کی مقدس شخصیت کا کیسا کچھ خوشگوار اثر اور رُعب خواص و عام پر تھا۔ مصنف تذکرۂ گلشن ہند کے متعلق عام شکایت ہے کہ خواہ کسی وجہ سے ہو اکثر بزرگوں کا

ذکر اُس نے اپنے تذکرہ میں معاندانہ طریق پر کیا ہے۔ لیکن اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت درد کے علوی مرتبت کا دل سے قایل تھا اور آپ کی بزرگی اور جلالت کا سکہ اُس کے قلب پر بیٹھا ہوا تھا ورنہ جب حضرت مولنا شاہ ولی اللہؒ ایسے قابل تعظیم اور بابرکت نفوس اُسکی درپردہ گستاخیوں سے محفوظ نہ رہ سکے تو حضرت درد کس طرح محفوظ رہ سکتے تھے۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت درد نہ صرف شاعر تھے بلکہ صوفی بھی تھے اور صوفی بھی ایسے کہ سرگروہ متصوفین۔ آپ کی یہ خصوصیت آپ کی تصنیفات سے بھی نمایاں ہوتی ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے :-

دیوان اردو۔ دیوان فارسی۔ رسالہ اسرار الصلوٰۃ۔ واردات درد۔ واقعات درد۔ ایک رسالہ حرمت غنا میں ،

رسالہ اسرار الصلوٰۃ اُس وقت لکھا گیا تھا جب آپ کی عمر شریف ۱۵ ر برس کی تھی اور واردات درد کے سال تصنیف میں آپ ۲۹ برس کے تھے اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مشاغل علمی کا سلسلہ بالکل اوایل عمر سے قایم ہوگیا تھا۔ علم الکتاب ایک سو گیارہ رسالوں کے مجموعہ کا نام ہے جس میں نالۂ درد۔ آہ سرد۔ درد دل وغیرہم شامل ہیں۔ یہ مجموعہ جو واردات درد کی شرح کا کام دیتا ہے طبقہ صوفیائے کرام میں خاص مقبولیت رکھتا ہے۔ اور بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے آپ کے دیوان اردو و فارسی بھی اس حیثیت سے کہ اُس کی سطر سطر اور صفحہ صفحہ صوفیانہ مضامین سے لبریز ہے۔ متصوفانہ لٹریچر کے لئے سرمایۂ ناز ہیں۔

آپ صوفی تھے پیری مریدی کا سلسلہ آپ کے خاندان میں قدیم سے

چلا آتا تھا۔ آپ کے دولتکدہ میں اوقات مقررہ میں صوفیانہ مجلسیں ہوا کرتی تھیں جن میں اہل دل اور اہل درد شریک ہو کر داخل حسنات ہوتے تھے۔ قوالوں اور ماہرین فن موسیقی کے لئے اس مجلس کی شمولیت بے اندازہ فخر و مباہات کا ذریعہ تھی۔ خود حضرت دردؔ کو فن موسیقی میں دستگاہ کامل تھی کہ بڑے نامی گویئے اور قوال آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کی کوشش کرتے تھے۔ انہیں مجلسوں میں شریک ہونے کا شوق شاہ عالم کو بھی تھا اور اُس کے اظہار خواہش کے باوجود حضرت دردؔ نے اجازت شرکت نہ دی کہ فقیروں کی مجلس میں بادشاہوں کا کیا کام۔ اس سے ایک دلچسپ واقعہ متعلق ہے کہ جب ظاہری طور پر شرکت سے بادشاہ مایوس ہو گیا تو ایک دن بلا حصول اجازت چلا آیا۔ شاہ صاحب قبلہ اب کیا فرماتے خاموش ہو رہے۔ اتفاق سے بادشاہ کے پیر میں درد تھا جس کی وجہ سے جب وہ مجلس میں بیٹھا تو پاؤں پھیلا دیئے۔ حضرت دردؔ نے فرمایا کہ یہ فقیر کی داب محفل کے خلاف ہے۔ بادشاہ نے عرض کی کہ پاؤں درد کرتا ہے۔ فرمایا کہ تشریف لانے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ اللہ کیا شان استغناء تھی کہ بادشاہ بھی گھر پر آویں تو پروا نہ کی جائے۔ سچ ہے جو نیک بندے خدا کے ہو جاتے ہیں وہ کسی اور کے نہیں ہو سکتے اور دنیاوی جاہ و جلال اُن کے قلب کو متاثر نہیں کر سکتا اور یہی شان بے نیازی تھی کہ عمر بھر گوشۂ عافیت سے قدم باہر نہ نکالا نہ کسی کی نوکری کی اور نہ کسی کے پاس حاجت لے کر گئے۔ شاہی جاگیریں جو بزرگوں سے میراث میں چلی آ رہی تھیں۔ ذریعہ معاش تھیں اور انہیں پر گذران تھی ÷

ذاتی حالات و خصائل پر اس سے زیادہ روشنی ڈالنا محال ہے

اس وجہ سے کہ ان حالات کا کسی کتاب یا تذکرہ سے پتہ نہیں چلتا۔ اب ہم آپ کی شاعری کے محاسن پر نظر ڈالیں گے جو بہت بڑی حد تک اس مضمون کی حقیقی غرض و غایت ہے اور بالفعل اردو شاعری سے بحث کریں گے۔ آپ کا اردو دیوان عام طور پر متداول ہے۔ یہی آپ کا سرمایۂ عمر ہے اور اسی سے آپ کی اردو شاعری کا حُسن و قبح معلوم ہو سکتا ہے غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ اس دیوان کی ضخامت بہت مختصر اور معدودے چند غزلیات وغیرہ پر محدود ہے لیکن علمی حیثیت سے اردو علم ادب میں یہ ایک گرانمایہ جوہر ہے جس کی آب و تاب دن دونی اور رات چوگُنی اور جس کی عظمت و وقعت بے اندازہ ہے۔ غزلیں تعداد اشعار کے لحاظ سے چھوٹی ہیں لیکن اُن کا ایک ایک شعر بے مثل و بے نظیر ہے آپ کے کلام میں متانت و وقار اور سنجیدگی کا جزو لاینفک کچھ اس طرح شامل ہے کہ پڑھنے والا اُس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا +

آپ کی غزلیات کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ چھوٹی بحروں میں ہیں اور وہ اپنی جگہ لاجواب دلچسپی اور عدیم المثال لذت سخن سے مالامال ہیں مثلاً ؎

جگ میں آکر اِدھر اُدھر دیکھا ۱ تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی ۲ جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری ۳ آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
اُن لبوں نے نہ کی مسیحائی ۴ ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا ۵ پر اُسے آہ کچھ اثر نہ کیا

سب کے یہاں تم ہوئے کرم فرما ۶ اس طرف کو کبھی گذر نہ کیا
کتنے بندوں کو جان سے کھویا ۷ کچھ خدا کا بھی تو نے ڈر نہ کیا
کونسا دل ہے جس میں خانہ خراب ۸ خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا

جو کچھ کہا ہے صاف صاف کہ مطالب کے ذہن نشین ہونے میں کوئی اُلجھن نہیں پیدا ہوتی۔ پھر معنوی لطافت بھی ہاتھ سے نہیں جانے پائی۔ چوتھے شعر کی بلاغت اصحاب ذوق سلیم سے پوشیدہ نہیں۔ ساتواں شعر طرز تخاطب میں خاص طور سے قابل داد ہے۔ پہلا شعر صوفیانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے جو حضرت دردؔ کا خاص رنگ کہا جا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار سے بھی یہ رنگ خصوصیت سے نمایاں ہے ؎

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
یگانہ ہے تو آہ بے گانگی میں کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا
حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا
شب و روز اے دردؔ درپے ہوں اُسکے کسو نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

ہے غلط گر گمان میں کچھ ہے تجھ سوا بھی جہان میں کچھ ہے

ڈھونڈتے ہیں آپ سے اُس کو پرے شیخ صاحب چھوڑ گھر باہر چلے
ہم نہ جانے پائے باہر آپ سے وہ ہی آڑے آگیا جیدھر چلے

اس مطلع کی شان ملاحظہ ہو ؎

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بُت خانہ تھا
ہم بھی مہماں تھے وہاں اور تو ہی صاحب خانہ تھا

اسی غزل کے یہ دو شعر نہایت پُر کیف ہیں ؎

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

ہو گیا مہمانسرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

غزل سر دیوان کے یہ چند اشعار قابل دید ہیں ؎

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقّا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اُس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہیں ترے کوچے میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے دردؔ کھُلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

حمد و معرفت و خدا شناسی خاص مضامین تھے۔ جن کو حضرت دردؔ نے اپنے انداز خاص میں کثرت سے نظم کیا ہے۔ اس کے علاوہ انسانی زندگی، فنا و بقا، جزا و سزا کے اہم مسائل بھی اکثر و بیشتر نظم ہوئے ہیں اور اس خوبی سے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض نہایت دقیق باتیں صاف اور سیدھے الفاظ میں بیان کر گئے ہیں۔ مثلاً ؎

تہمت چند اپنے ذمہ دھر چلے
کس لئے آئے تھے ہم کیا کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

معانی و مطالب کی جو وسعت ان شعروں میں پوشیدہ ہے اُس کی تشریح کے لئے ایک دفتر درکار ہوگا۔ اس دقت نظر کے باوجود یہ کتنی خوبی کی بات ہے،

کہ طرز بیان نہایت دلکش، الفاظ منتخب، ترکیبیں درست و دلنشین اور بندشیں چست و دلپسند ہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار دیکھئے ؎

باہر نہ آسکی تو قیدِ خودی سے اپنی   اے عقل بے حقیقت دیکھا شعور تیرا
جھکتا نہیں ہمارا دل تو کسی طرف یہاں   جی میں سما رہا ہے از بس غرور تیرا

گلیم بخت سیاہ سایہ دار رکھتے ہیں   یہی بساط ہیں ہم خاکسار رکھتے ہیں
بلا ہے نشۂ دنیا کہ تا قیامت آہ   سب اہل قبر اسی کا خمار رکھتے ہیں
ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تجھ پر   مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

اکسیر پر ہوس اتنا نہ ناز کرنا   بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا

پرورش غم کی ترے یاں تئیں تو کی دیکھا   کوئی بھی داغ تھا سینے پہ کہ ناسور نہ تھا
باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے   وہاں پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا

حضرت درد کے کلام کی ایک بڑی خصوصیت درد و تاثیر ہے۔ کسی شاعر کے لئے یہ دونوں چیزیں اس وجہ سے موجب فخر و مباہات ہو سکتی ہیں کہ ان کا حاصل کرنا اکتساب و سعی سے ممکن نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ عطیۂ خداوندی ہیں۔ جو خوش نصیب لوگوں کے حصہ میں آتے ہیں۔ ان شعروں کو آپ پڑھیں اور سوز و گداز اور حسرت و درد کی صحیح اور سچی کیفیات سے لزت اندوز ہوں ؎

مژگاں تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں   جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں
ہر شام مثل شام ہوں میں تیرہ روزگار   ہر صبح مثل صبح گریباں دریدہ ہوں
کرتی ہے بوئے گل تو مرے ساتھ اختلاط   پر آہ میں تو موج نسیم وزیدہ ہوں

اے دردؔ جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غم زدہ تو قطرۂ اشک چکیدہ ہوں

ہم کس ہوس کی تجھ سے فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
نے گل کو ہے ثبات نہ ہم کو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوسِ رنگ و بو کریں

صیاد اب رہائی سے کیا مجھ اسیر کو
ہے کس کو زندگی کی توقع بہار تک

مدت تلک جہاں میں ہنستے پھرا کئے
جی میں ہے خوب روئیے اب بیٹھ کر کہیں

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

آرزو کریں، جستجو کریں، اس غزل میں یہ شعر بیت الغزل ہونے کا حق رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اسی طرح مندرجہ ذیل متفرق اشعار اپنی اپنی جگہ پر کسی نہ کسی خاص خوبی کے سبب سے دیکھنے کے لائق ہیں ؎

جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھ کو اُدھر دیکھنا
ذکر وفا کیجئے اُس سے جو واقف نہ ہو
کہتے ہو یہ کس سے تم ٹک تو ادھر دیکھنا

اے آنسوؤں نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر
لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا

چھاتی پہ گر پہاڑ بھی ہووے تو ٹل سکے　　مشکل ہے جی میں بیٹھے سو جی سے نکل سکے

فرسودگی ہے رشتۂ تسبیح کا حصول　　دل میں کسو کے آہ کوئی راہ کیا کرے

کلام درؔد کے مندرجہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ادبی حیثیت سے اُس کا پایہ کس قدر بلند ہے۔ خیالات کی بلندی۔ جذبات کی پاکیزگی۔ تخیّل کی نزاکت و نفاست۔ زبان کی لطافت۔ معنی آفرینی۔ غرض ہر پہلو سے وہ مکمّل ہے اور کوئی کمی یا کوئی نقص اُس میں غایر نظر سے دیکھنے پر بھی نہیں معلوم ہوتا۔ پھر مضامین کی نوعیت پر غور کیجئے تو تصوف اخلاق، موعظت و پند کے ساتھ ہی ساتھ عشقیہ باتیں اس سنجیدگی اور تہذیب کے ساتھ نظم ہوئی ہیں کہ مخالف سے مخالف کو بھی خردہ گیری کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ عاشقانہ رمز و کنائے کچھ اوپر کے اشعار میں موجود ہیں اور چند مثالیں ذیل میں درج کیجاتی ہیں ؎

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا　　پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں　　ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
کیا مجھ کو داغوں نے سروِ چراغاں　　کبھو تو نے آکر تماشا نہ دیکھا

اُس نے قصداً بھی میرے نالے کو　　نہ سنا ہوگا گر سنا ہوگا
یک بیک نام لے اُٹھا میرا　　جی میں کیا اُس کے آگیا ہوگا

دل بھی تیرے ہی ڈھنگ سیکھا ہے　　آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے

دیکھنے کو رہے ترستے ہم نہ کیا رحم تو نے پر نہ کیا

بتوں کے جو اُٹھائے ہزارہا ہم نے
جو اس پہ بھی نہ ملیں اختیار رکھتے ہیں

مختصر یہ ہے کہ حضرت دردؔ علیہ الرحمۃ کی شاعری اردو زبان کے لئے سرمایۂ افتخار و اعزاز ہے اور جس طرح اردو شاعری کے محسنوں کی فہرست میں میرؔ و سوداؔ کا نام ہمیشہ جلی قلم سے لکھا جائے گا وہاں دردؔ بھی اُس فہرست میں اُن کے پہلو بہ پہلو جگہ پانے کا جائز حق رکھیں گے۔ یہ بھی حُسنِ اتفاق کی بات ہے کہ ان تینوں بزرگوں نے ایک ہی زمانہ پایا۔ ایک ہی اُستاد (سراج الدین علیخاں آرزوؔ) کے آگے زانوے تلمذ تہ کیا اور ایک ہی طریقے پر اپنے دل و دماغ کو اردو شاعری کی خدمت کے لئے وقف کر کے اُس میں اصلاح و ترقی کی شاہراہیں نکالیں۔ میرؔ صاحب نے حضرت خواجہ میر دردؔ کو آدھا شاعر تسلیم کیا ہے لیکن انصاف پسند طبائع حضرت دردؔ کے کارناموں کو خود میرؔ کے کارناموں سے کسی طرح کم نہیں پاتے۔ اس لئے جہانتک اُردو زبان اور اُردو شاعری کی خدمت کا تعلق ہے میرؔ، سوداؔ، اور دردؔ یکساں طور پر اپنی مساعی جمیلہ کے لئے شکر گذاری کے مستحق ہیں +

حضرت دردؔ علیہ الرحمۃ کا وصال بمقام دہلی ۶۸ برس کی عمر میں ۲۴ صفر المظفر ۱۱۹۹ھ بروز جمعۃ المبارک کو ہوا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

آپ کے معاصر شعرا میں میر و سودا کے علاوہ حضرت مظہر جانجاناں بھی تھے۔ شاگردوں میں کئی مشہور ہوئے۔ جن میں سے قائم چاندپوری کا نام خصوصیت سے لینا چاہیے۔ جنہوں نے آپ کے علاوہ سودا سے بھی استفادہ کیا ہے ۔

سید محمد فاروق شاہ پوری

سیرت عائشہ صدیقہؓ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات زندگی ہیں اردو زبان میں سب سے پہلی یہی کتاب لکھی گئی ہے۔ سرورق پر آپ کے مزار مبارک کا خاکہ ہے۔ اس کے بعد خواجہ حسن نظامی کا افتتاحیہ مضمون۔ پھر مولٰنا سیماب وارثی کا دلچسپ دیباچہ۔ اس کے بعد چوہدری دلورام صاحب کوثری کی ایک نظم مناقب حضرت ممدوحہ میں درج ہے۔ کتاب مولٰنا مولوی نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری کی جدت طبع کا نمونہ ہے نہایت اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر بڑی خوبصورت چھپی ہے۔ زنانہ اسکولوں میں بطور ٹکسٹ بک پڑھانی چاہیئے۔ مستورات کو تحفہ بھیجئے۔ اور بہنوں یا بچیوں کو انعام دینے کے لئے اس سے بہتر چیز ملنی محالات سے ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے .. .. (۱۲؍)

حالات مولانا رومؒ

یہ کتاب حال ہی میں دوبارہ طبع ہوئی ہے۔ پہلے ایڈیشن کی نسبت بہت سے مضامین اور فرقہ مولویہ کے درویشوں کے رقص کا نظارہ ایزاد کئے گئے ہیں۔ قیمت وہی بارہ آنے - .. (۱۲؍)

ملنے کا پتہ

منیجر دفتر صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

سیرت بلالؓ

حضرت بلالؓ کے نام سے کون مسلمان واقف نہیں۔ آپ رسول خدا صلعم کے عاشق زار اور اسلام کے جان نثار تھے۔ افسوس ہے۔ کہ آپکی حیات مقدس کے متعلق اُردو زبان میں ابتک کوئی کتاب نہیں چھپی۔ زمیندار مرحوم کے لائق سب ایڈیٹر مولانا مولوی وجاہت حسین صاحب صدیقی جھجانوی کے نام سے اُردو دان پبلک کو تعارف کرانیکی حاجت نہیں مسلمانوں کا بچہ بچہ زمیندار اور اُسکے قابل سٹاف کے علمی و ادبی قابلیتوں کا مداح ہے یہ کتاب مولوی صاحب موصوف کی کئی ماہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ زمیندار کے بند ہونے کے بعد مولویصاحب نے اپنے وقت گرانمایہ کو اس کتاب کی تدوین و تالیف میں بسر کیا۔ اور حق یہ ہے۔ کہ آپنے واقعی کتاب لکھنے میں کمال کر دیا۔ اور ڈاکٹر اقبال۔ حضرت سیماب وارثی اکبر آبادی مولانا شبلی نعمانی کی نظموں سے جو حضرت بلال کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ اور خواجہ حسن نظامی صاحب کے ایک معرکے کے مضمون نے کتاب کی شان کو بڑھا دیا ہے۔ کتاب کی شان کے مطابق اس کو ولایتی کاغذ پر چھپوایا گیا ہے شروع میں مزار حضرت بلال کا فوٹو ہے۔ کتاب میں شہر دمشق کی گلیوں کوچوں اور زیارات قابل دید کا سطحی نقشہ بھی لگا دیا گیا ہے۔ جس میں مزار حضرت بلالؓ کا مقام خاص وضاحت سے دکھلایا گیا ہے۔ کتاب باوجود ان خوبیوں کے قیمت بلا جلد ایک روپیہ چار آنے (عہ) اور مجلد عمہ ہے

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

حیات الحسینؓ

شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کی زندگی کے مفصل حالات اور معرکہ ہائے کربلا کے دلسوز واقعات کا پورا حال کربلائے معلیٰ اور کوفہ کی پوری تاریخ ہے اس مضمون پر اس سے پہلے ایسی جامع کتاب کبھی نہیں لکھی گئی۔ کتاب میں کئی فوٹو کی تصویریں اور بعض مزارات کے نقشے دیئے گئے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے:- (۱) کربلائے معلیٰ کا فوٹو (۲) شام میں مسجد امویہ کے محراب کا فوٹو جہاں حضرت امامؓ کا سر مبارک بعد شہادت رکھا گیا تھا (۳) جامع حسینؓ واقعہ مصر کا فوٹو (۴) روضہ حضرت علیؓ (۵) روضہ حضرت حسنؓ (۶) روضہ فرزندان حضرت مسلم بن عقیلؓ (۷) روضہ مسلم بن عقیلؓ۔ دیگر شہدائے معرکہ کربلا کے مزاروں کے نقشے۔ غرض نئی تحقیقات کے رو سے ایسی جامع کتاب اردو۔ انگریزی۔ فارسی یا عربی زبان میں اس سے پیشتر کسی صاحب نے نہیں لکھی مصنف کتاب سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبر آبادی کا فوٹو بھی شروع کتاب میں لگا دیا گیا ہے ولایتی کپڑے کی خوشنما اور مضبوط سلائی جس پر کتاب اور مصنف کا نام سنہری حرفوں سے سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہے۔ حجم دو سو صفحوں سے زیادہ ہے۔ کاغذ ولایتی ہے اور قیمت باوجود ان سب خوبیوں کے صرف [illegible] - بلا جلد [illegible] علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین (ضلع گجرات)

3 1761 08119517 4

Fārūq, Sayyid Muḥammad
Mir Dard

PK
2198
K48Z67